مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

شہادت کی پیشین گوئی پر نبی علیہ السلام کے آنسو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی دعوت دینے والوں میں صحابہ کرام اور اہلِ بیعت رضوان بھی تھے جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے وہی کیا جو حضرت علیؓ فرماتے تھے حضرت عثمانؓ کے تمام قاتل موقع پر ہی مارے گئے تھے

یزیدیوں کا اشکال اور اس کا جواب

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

(کیسٹ نمبر ۳۹ سائیڈ بی/۸۴-۹-۷)

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

وعن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله انى رأيت حلما منكرا الليلة قال وما هو قالت انه شديد قال وما هو قالت رأيت كانّ قطعة من جسدک قطعت ووضعت فى حجرى فقال رسول الله ﷺ رايتِ خيرا تلد فاطمة انشاء الله غلاما يكون فى حجرک فولدت فاطمة الحسين فكان فى حجرى كما قال رسول الله ﷺ فدخلت يوما على رسول الله ﷺ فوضعته فى حجره ثم كانت منى التفاتة فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان الدموع قالت فقلت يانبى الله بابى انت وامى مالک قال اتانى جبرئيل عليه اسلام فاخبرنى ان امتى ستقتل ابنى هذا فقلت هذا قال نعم واتانى بتربة من تربته حمراء.

(رواه البيهقى بحوالة مشكوة شريف ص ۵۷۲)

حضرت آقائے نامدار ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تو اُن کا بھی واقعہ ہے اور دوسرا واقعہ حضرت اُم فضل بنت حارث کا ہے اور تیسرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت اُم فضل تو فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب رسول ﷺ کے پاس گئی وہاں جا کر انھوں نے کہا میں نے آج جو خواب دیکھا ہے وہ بڑا بُرا ہے دریافت فرمایا کہ کیا ہے وہ؟ تو کہنے لگیں انہ شدید وہ بہت سخت ہے تو دریافت فرمایا آپ نے وماھو کیا ہے آخر؟ کہنے لگیں میں نے ایسے دیکھا ہے کہ جیسے جناب کے جسم مبارک کا کوئی حصہ کٹ گیا ہے وہ میری گود میں آگیا ہے۔ اب جسمِ اطہر کو اس طرح سے کٹا ہوا دیکھنا ایک مسلمان کے لیے بہت عجیب سی بات تھی اور تکلیف دہ بات تھی اور یہی اُن کے ذہن میں تھی اسی کو وہ کہتی تھیں کہ بہت سخت ہے وہ خواب یعنی گراں گزرتا ہے تو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا رائیتِ خیرا تم نے یہ اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ تلد فاطمۃ انشاء اللّٰہ غلاما انشاءاللہ فاطمہؓ کے بچہ ہوگا یکون فی حجرک اور وہ تمہاری گود میں آئے گا یہ اس کی تعبیر ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تولد ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ وہ فرماتی ہیں فکان فی حجری واقعی ایسے ہی ہوا وہ میری گود میں رہتے۔ کما قال رسول اللّٰہ ﷺ جیسے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں رسول اللہ ﷺ کی چچی ہیں کہتی ہیں کہ انہی دنوں میں جب میں ان کی پرورش کر رہی تھی وہ میرے گود میں تھے ایسے ہوا ایک دن کہ میں آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں گئی اور جا کر میں نے اس بچے کو ان کی گود میں رکھ دیا وہ کہتی ہیں کہ میں ذرا اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور پھر مُڑ کر دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تھے کہنے لگی میں نے کہا یا نبی اللّٰہ بابی انت وامی مالک کیا بات ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انھوں نے مجھے یہ بتایا کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو عنقریب مار دے گی۔ فقلت ھذا میں نے پوچھا اسے قال نعم تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں اسے۔ واتانی بتربۃ من تربتہ حمراء جہاں یہ شہید ہوں گے وہاں کی مٹی بھی دکھائی انھوں نے مجھے، کہ یہ ہے مٹی سُرخ رنگ کی جیسے خون سے متاثر ہو کر مٹی کا رنگ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہوا تھا کہ ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ نہ جائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جانا جو تھا جیسے میں نے عرض کیا وہ اہلِ کوفہ کے بلانے پر تھا۔

اہلِ بیعتِ رضوانؓ نے بھی آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی :

اہلِ کوفہ میں بُلانے والوں میں صحابہ کرامؓ بھی تھے بلکہ ایسے بڑے صحابی بھی تھے جو اہلِ بیعتِ رضوان تھے بیعتِ رضوان والوں کے بارے میں بڑی فضیلت آئی ہے ابنِ تیمیہؒ نے بھی لکھا ہے ھؤلاء لایدخل النار منھم

احد. یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ قرآن پاک میں بھی آیا ہے **لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم** یہ سُورہ انافتحنا میں چھبیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ کی ان سے خوشنودی کی بشارت ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے خوش ہو جائیں جس پر رحمت کی نظر فرمالیں تو اُسے پھر عذاب نہیں ہوتا یعنی اُس سے اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کی قوت سلب کر لیتے ہیں جو اُس کی ناراضگی کا سبب بنے اُس سے ایسے بُرے کام ہوتے ہی نہیں۔

حدیث شریف کی اہم تشریح :

اسی طرح بدر کے بارے میں بھی ہے **اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم** جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اب جو چاہو کرو میں یہ بات آتی ہے گویا انہیں ہر گناہ کی بھی اجازت دے دی گئی یہ بات نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ کی قوت کم کردی اور نیکی کی قوت غالب کردی کہ وہ کر ہی نہیں سکیں گے ان کا دل ہی نہیں چاہے گا بُرائی کرنے کو میں نے تمہیں بخش دیا تو اسی طرح ہوا بھی کہ صحابہ کرامؓ جو اہلِ بدر وغیرہ تھے اُن کے بارہ میں یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایسے کام نہیں کروائے کہ جو ناراضگی کا سبب بنتے ہوں۔ بڑی تعداد تو اُن کی شہید ہی ہوئی، یمامہ میں اور دوسری جگہوں پر جگہ جگہ جہاد پر جاتے رہے بہت بڑی تعداد کے بارے میں یہی ہے کہ وہ جہاد میں شہید ہوئی ہے۔

اب اُن کو بلانے والوں میں اہلِ بیعت رضوان بھی تھے سلیمان ابن صُرَد ہیں رضی اللہ عنہ انھوں نے بلایا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ میں ان کے بلانے پر چلا جاتا ہوں باقی حالات جو ہیں وہ بعد میں دیکھ لیے جائیں گے کہ کیا ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی تھی کہ وہاں جائیں ہی نہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اُس رائے کو تو نہیں مانا تو نہ ماننے کی وجہ ان کے ذہن میں یہی ہوگی کہ میں جا رہا ہوں تو اس طرح جا رہا ہوں کہ بیوی بچے، عورتیں یہ سب ساتھ ہیں گھر والے ساتھ ہیں میں کوئی لڑائی کے ارادے سے نہیں جا رہا تو خرابی ہوگی بھی تو کوئی حرج نہیں ہوگا ایسی (زیادہ) خرابی پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ عورتوں کو مارنا اور جو ہتھیار نہ اُٹھائے اس کو مارنا یہ نہیں ہے اسلام میں یہ اسلام کے خلاف ہے باغیوں پر بھی ہتھیار اُٹھانے میں پہل نہیں کی جاتی، اور اگر باغی بغاوت کر رہا ہو اور اُس کی بغاوت مسلح نہ ہو تو ہتھیار نہیں اُٹھائے جائیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو جو کارروائیاں کی ہیں اور جو احکام دیئے اپنی فوج والوں کو ان میں یہ بھی تھا کہ اگر کوئی آدمی ہتھیار ڈال دے تو اسے چھوڑ دو بھاگ جائے اسے چھوڑ دو زخمی ہو جائے مرہم پٹی کرو، گھر میں (بھاگ کر) چلا جائے تو چھوڑ دو پیچھا ہی نہ کرو۔

جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے وہی کیا جو حضرت علیؓ فرماتے تھے :

ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا ہے اُن سارے لوگوں کو جو قاتلینِ عثمان (کے ساتھ سازش) میں شامل تھے اور کیا کیا تھا اُن سب کو انھوں نے کسی کو بھی سزا نہیں دی چھوڑ دیا۔ اس وقت تو مطالبہ کر رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ قاتلینِ عثمان کو ہمارے حوالے کرو وغیرہ لیکن بعد میں جب اُن کا دورِ حکومت آیا تو ان کی سمجھ میں وہی بات آئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان سے انتقام لینا بدلہ لینا یہ ممکن نہیں ہے اور باغیوں کے احکام جدا ہوتے ہیں۔ باغی اگر پورا ایک گروپ ہو گیا ایک جماعت ہو گئی قبیلہ ہو گیا بہت سے قبیلے ہو گئے بہت بڑا ایک علاقہ ہو گیا تو اس سارے علاقے کو ختم کیا جائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے تو شر بھی ختم نہیں ہو گا جنگ چھڑ جائے گی اور عداوتیں بڑھیں گی۔

اصلی قاتل موقع پر ہی مارے گئے تھے :

ہاں جو بعینہٖ قاتلین تھے وہ خود سارے مارے گئے وہیں، ان میں سے کوئی نہیں بچا۔ اب رہے کہ جس گروپ کے وہ تھے ان گروپوں کو بھی مارو ساروں کو تو وہ تو بہت بڑا علاقہ بن جاتا تھا ان سارے علاقے والوں سے لڑو سارے قبیلوں سے لڑو یہ غلط ہے تو جو انھوں نے اپنے دور میں کیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی وہی کیا اپنے دور میں۔

سفر مؤخر نہ کرنے کی حکیمانہ توجیہہ :

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دو زمانے دیکھے اپنے باپ کا معاملہ دیکھا اور جس سے باپ کا مقابلہ تھا اس کے دور میں اٹھارہ یا بیس سال گزارے یا بائیس سال گزارے انھوں نے بھی یہی کیا تو ان کے ذہن میں اس طرح کی کوئی بات تھی ہی نہیں اور یہ طرزِ حکومت جو یزید کے دور میں اختیار کیا گیا ہے پہلے نہیں تھا حضرت معاویہؓ نے نہیں کیا اب بعد میں بیٹا آیا ہے ان کا، تو اُسے بھی وہی کرنا چاہیے تھا جو اُس کے والد کرتے تھے۔ اس سے ہٹ کر تشدد اور سختی اور خونریزی اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اُس سے، تو یہ حادثہ پہلا ہی پیش آ رہا ہے اس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد، سب سے پہلا قصہ یہی ہے اس سے پہلے کوئی ہوا ہی نہیں ایسا واقعہ جس پر قیاس کیا جائے کہ یزید جو ہے ایسا ہے کہ بالکل پروا نہیں کرے گا اور اس کے جو حکام ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں کہ وہ کسی کی بھی پروا نہیں کریں گے اور خونریزی میں بیباک ہوں گے کیونکہ کوئی واقعہ ایسا پیش نہیں آیا تھا اس وقت تک، اس لیے یہ لوگ روانہ ہو گئے۔

یزیدیوں کے اشکال کا جواب :

اچھا اس میں یہ اشکالات پیدا کرتے ہیں لوگ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے جن تاریخوں میں روانہ ہوئے تو اس تاریخ سے لے کر ان کی شہادت تک یہ تقریبًا ایک مہینہ اور چند روز بنتے ہیں تو اتنے عرصہ میں اتنا فاصلہ طے نہیں کیا جاسکتا جو کہ سات سو میل یا آٹھ سو میل بنتا ہے تو یہ بات درست نہیں ہے، فاصلے تو کافی کافی لشکر بھی بہت جلدی طے کر لیتے ہیں جیسے کہ بدر کا واقعہ آپ نے بہت سنا ہوگا پڑھا ہوگا یہ حضرت ابوسفیان کافروں کا قافلہ لیے ہوئے شام سے واپس آرہے تھے ان کی سی آئی ڈی نے خبر دی کہ مدینہ منورہ سے جب گزر وگے مکہ مکرمہ جانے کے لیے گویا شمال سے آرہے تھے اور جنوب کی طرف جارہے تھے درمیان میں مدینہ شریف آتا تھا وہاں سے گزر کر جنوب میں مکہ مکرمہ پہنچنا تھا تو ان (ابوسفیان) کو جب اطلاع ملی اپنے مخبر سے تو انہوں نے فورًا مکہ مکرمہ آدمی بھیج دیا اب یہ ادھر ہیں مدینہ منورہ درمیان میں ہے اُدھر مکہ مکرمہ جنوب میں اور ٹیلی فون بھی نہیں تار بھی نہیں کوئی ذریعہ نہیں تو اس نے خبر دی جا کر مکہ مکرمہ میں کہ ایسے ہمارا قافلہ جو ہے وہ نہیں بچے گا وہ لوٹ لیا جائیگا اور مکہ والوں نے وہ خبر سُنتے ہی تیاری کی اور ایک ہزار آدمی تیار کر لیے جو مسلح تھے اور کیل کانٹے سے لیس وہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور بدر کے مقام پر آگئے جو مدینہ منورہ سے کوئی ستر (۷۰) میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آگئے اس مقام سے اس قافلے کو گزرنا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جو ارادہ فرمایا اُس میں اتنی عُجلت کی کہ خود صحابہ کرام نے کہا کہ جناب ہم اپنا ساماں لے آئیں گھروں میں جا کر پھر روانہ ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کا انتظار نہیں فرمایا بہت سے صحابہ کرام وہاں شامل نہیں ہو سکے نہیں جاسکے کیونکہ آپ نے اس وقت روانہ جو ہونا تھا وہ ابوسفیان کے قافلے کے لیے روانہ ہونا تھا اب صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا جو فاصلہ ہے وہ تین سو میل کا ہے تو یہ کارروائیاں کتنی جلدی جلدی ہو رہی ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ جب پہنچے ہیں بدر کے مقام پر تو معلوم یہ ہوا کہ قافلے نے تو راستہ بدل لیا ہے، لمبا راستہ اختیار کر کے وہ سمندر کے کنارے کنارے چلا جائے گا جو گویا "جدہ" کی طرف راستہ جاتا ہے تو ایسے سمجھ لیجیے بدر سے دو سو میل کا فاصلہ ہے مکہ مکرمہ کا اور جب رسول اللہ ﷺ صرف ستر میل کا فاصلہ طے کر کے بدر پہنچے ہیں تو آپ سے پہلے یہ مکہ والے (دو سو میل کا فاصلہ طے کر کے) پہنچ چکے تھے اور بدر کے مقام پر بہتر جگہ چن چکے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا ہے کہ کیا رائے ہے ابھی ہم ان کے سامنے نہیں گئے اگر رائے ہو تو لڑیں اور رائے نہ ہو تو واپس چلے جائیں۔ سامنے جانے کے بعد پیچھے ہٹنا یہ تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ ابھی ہم سامنے نہیں ہیں ان کا فاصلہ ہے ہم سے تو وہاں جمع کر کے مشورہ لیا تو صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ نہیں، لڑیں گے۔ اب قافلوں کی رفتار آپ دیکھ لیں کہ کتنی تھی۔ فوجوں کی رفتار کیا تھی وہ تو بہت تیز بنتی ہے اسی طریقہ پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت بڑے قافلے کے

ساتھ سفر کیا حج کا حجۃ الوداع جسے کہا جاتا ہے اور اس میں اعلان فرمایا تھا کہ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگ شامل ہوں تاکہ اپنے اپنے جو مناسک اور عبادتوں کے طریقے جو اسلام نے بتلائے ہیں جو اصلاحات کی ہیں وہ سب سیکھ جائیں تو صحابہ کرام زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہوگئے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے۔

زیادہ لوگ ہونے کی حکمت :

اس لیے زیادہ لوگ ہوں گے تو مسئلے زیادہ پیش آئیں گے تو سب طرح کے مسائل لوگوں کے علم میں آجائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ جب روانہ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **موافین لھلال ذی الحجہ** ذی الحجہ کا چاند ہونے ہی والا تھا جو ہم روانہ ہوئے ہیں مدینہ منورہ سے اب یہ قافلہ ہے جس میں عورتیں بھی تھیں عورتوں کو بھی آپ نے ساتھ لیا تھا ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس اُونٹنی تھی اور وہ لے گیا فلاں یعنی میرا شوہر لے گیا ہے تو اب ہمارے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے اس لیے میں کچھ معذوری ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا پھر ایسے کرنا جب رمضان آئے تو تم عمرہ کرنا۔ رمضان میں عمرہ جو ہے اس کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ تو عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ اب یہ روانہ ہوئے یہاں سے تو چھبیس تاریخ تھی ذی قعدہ کی جو روانہ ہوئے ہیں اور ارشاد فرماتی ہیں (عائشہؓ) کہ **صبیحۃ رابعۃ مھلین** تلبیہ کہتے ہوئے چوتھی کی صبح ہم مکہ مکرمہ پہنچے ہیں گویا تین دن وہ ہوئے اور چار دن یہ بس اس سے زیادہ نہیں بنتے تو سات دن میں انھوں نے سفر کیا ہے تین سو میل کا اور اگر شارٹ کٹ سے کیا ہو تو اس سے کچھ کم بن جائے گا تو اس زمانے میں سفر کی رفتار جو تھی وہ کافی تیز (بھی ہوتی) تھی تو اس میں یہ کہنا کہ اگر وہاں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو کس طرح سے ایک مہینے میں پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ واقعات جو ہیں اگر تاریخ دیکھی جائے اور حدیث پڑھی جائے تو اس میں تو یہ ہے کہ چھبیس ذی قعدہ کو روانہ ہو رہے ہیں اور چوتھی ذی الحجہ کو صبح پہنچ گئے مکہ مکرمہ **صبیحۃ رابعۃ مھلین** تلبیہ کہتے ہوئے اور یہ بہت بڑا قافلہ ہے جس میں مردوں کے سوا عورتیں بھی ہیں بچے بھی ہیں (جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ اس کے مقابلہ میں بہت ہی مختصر تھا) اسی طرح بدر کے موقع پر میں نے عرض کیا کہ ابوسفیان کو مخبری ہوتی ہے اور مُخبر اُدھر سے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے اب یہ شال ....

افسوس کسی وجہ سے درس یہاں تک ٹیپ ہو سکا باقی درس ٹیپ نہ ہو سکا بات اگرچہ مکمل ہو گئی ہے مگر کسی حد تک تشنگی باقی رہ گئی۔ ممکن ہے آئندہ کسی درس میں یہ تشنگی دور ہو جائے۔